خطبہ جمعہ

۱۴۰۰ سال پہلے جو دین کامل ہوا تھا اب اس دین کو دنیا کے کناروں تک پہنچانا ہمارے سپرد کیا گیا ہے

جماعت کی صداقت کا ایک بڑا نشان یہ ھے کہ یہ مخالفت کے باوجود بڑھتی ھے

انسانی منصوبوں کے سامنے اس کا بڑھنا اور ترقی کرنا ھی اس کے خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت ھے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۹/اپریل ۱۹۹۹ء بمطابق ۹/شہادت ۱۳۷۸ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله-

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم- بسم الله الرحمٰن الرحيم -

الحمدلله رب العٰلمين - الرحمٰن الرحيم - مٰلك يوم الدين - إياك نعبد و إياك نستعين -

اهدنا الصراط المستقيم - صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين-

﴿اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلاَ تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ . اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلاَمَ دِيْنًا. فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِاِثْمٍ. فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾-(سورة المائده آيت ۴)

آج کے دن وہ لوگ جو کافر ہوئے تمہارے دین سے مایوس ہو چکے ہیں۔ پس تم ان سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو۔ آج کے دن میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر میں نے اپنی نعمت تمام کر دی اور میں نے اسلام کو تمہارے لئے دین کے طور پر پسند کر لیا۔ پس جو بھوک کی شدت سے مجبور ہو چکا ہو نہ کہ دانستہ گناہ کی طرف جھکنے والا ہو تو اللہ یقیناً بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں جو کفار کی مایوسی کا ذکر ہے اس میں دو پہلو ہیں جو خاص طور پر پیش نظر رہنے چاہئیں۔ اول تو یہ کہ جب دین کامل ہو گیا تو اس سے پہلے پہلے جو وہ کوششیں کر رہے تھے دین میں تغیر و تبدل کرنے کی اس بارے میں کلیۃً ناکام ہو گئے اور سمجھ لیا کہ اب ہم اس دین کا کچھ بھی تعلیمات کے لحاظ سے بگاڑ نہیں سکتے۔ پس آخر وقت تک جب تک قرآن کریم نازل ہوتا رہا کفار طرح طرح کے بہانے ڈھونڈ کر آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو اس مسلک سے سرکانے کی کوشش کرتے رہے جو وحی کے طور پر آپ پر نازل ہوا تھا اور اسی کا ذکر قرآن کریم میں دوسری جگہ یوں آیا ہے کہ اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو مزید ثبات قدم بخشنے کی خاطر فرمادیا کہ ایک ذرہ بھی تُو اگر اس مسلک سے سرک گیا جو خدا کا بیان کردہ مسلک ہے تو پھر تُو نے آنے کی غرض ہی ضائع کر دی سارا دین گویا باطل کر دیا کیونکہ اس دین میں غیر اللہ کی ملونی ہو جائے گی۔ پس ایک تو یہ پہلو ہے مایوسی کا کہ انہوں نے ہر کوشش کر دیکھی مگر ناکام ہوئے اور جب یہ آیت نازل ہوئی ہے دین کو کامل کر دیا تو ایک مایوسی کی لہر دوڑ گئی ہے۔

دوسرے مایوسی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی مخالفت کا ذکر ہے کیونکہ جب قوم اس زمانے میں جو مخاطب تھے پوری طرح رسول اللہ ﷺ سے مایوس ہو گئے یعنی دلائل کا وقت ختم ہو گیا پہلے وہ ہوشیاریاں کر کے چالاکیوں سے دلائل دے دے کر کسی طرح اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرتے رہے جب دخل نہ دے سکے تو سوائے مخالفت کے اور کوئی چارہ نہیں رہا۔ مخالفت پہلے بھی تھی مگر اب مخالفت کے سوا رہا ہی کچھ نہیں اور مایوس قوم بہت شدید مخالفت کیا کرتی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی مخالفت میں یہ لوگ پھر بہت زیادہ بڑھ گئے۔ کینہ توزی میں اور اس کے نتیجہ میں طرح طرح کے شر کے جال پھیلانے میں انہوں نے اس آیت کے نزول کے بعد تو حد ہی کر دی، کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی۔

اسی لئے فرمایا فَلاَ تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ورنہ اس کا محل کوئی نہیں تھا۔ مایوس ہو گئے ہیں اس لئے اب تم نے ان سے نہیں ڈرنا۔ ہماری خاطر تم نے دین کو پکڑ لیا ہے اور ان سے اب نہیں ڈرنا بلکہ اب مجھ سے ڈرنا۔ کیونکہ مجھ سے ڈرنا ہی ان کے ڈر کا علاج ہے۔ جتنا مجھ سے ڈرتے رہو گے اتنا ہی ان کے خوفوں سے آزاد ہوتے چلے جاؤ گے۔ بہت ہی گہرا عارفانہ کلام ہے جو مربوط ہے۔ ایک آیت کا ایک ٹکڑا دوسری آیت سے ملا ہوا ہے۔

فرمایا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ آج ہم نے دین کو تم پر کامل کر دیا ہے وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ اور تم پر اپنی نعمت کو تمام کر دیا۔ آج میں نے لَكُمْ تمہارے لئے اپنا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی۔ دین کامل کرنے کا کیا مفہوم ہے اور نعمت تمام کرنے کا کیا مفہوم ہے۔ یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں ۔کمالِ دین شریعت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے یعنی شرعی لحاظ سے کوئی تعلیم کا پہلو ادنیٰ سے ادنیٰ بھی باقی نہیں رہا اور بڑے سے بڑا بھی نہیں رہا جسے قرآن کریم نے بیان نہ کر دیا ہو۔ اور نعمت سے مراد نبوت ہے اور نبوت کا فیض ہے۔ نبوت کے فیض کو بھی نعمت کہا جاتا ہے۔ پس حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اوپر نعمت جس حد تک بھی تمام کی جاسکتی تھی درجہ کمال تک پہنچ گئی اور اس سے بڑھ کر نعمت کسی اور در سے نصیب ہی نہیں ہو سکتی۔ اس نعمت کو جو اس دن تمام کر دی گئی تھی اسی نعمت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے سب دنیا کے لئے بانٹا ہے اور آج بھی ہم اسی نعمت کا فیض پا سکتے ہیں اگر پانا چاہیں تو۔

وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلاَمَ دِيْنًا۔ یہاں اسلام، دین کا پہلے بھی ذکر گزر چکا ہے یعنی جو دین کامل ہوا ہے وہ اسلام ہی تو ہے۔ پھر اسلام کو دین کہہ کر اس کے بارے میں یہ فرمانا کہ میں اس سے راضی ہو گیا اس کا کیا مفہوم ہے۔ اصل اس کا مفہوم یہ ہے کہ اسلام فرمانبرداری کو بھی کہتے ہیں اور امن کو بھی کہتے ہیں خدا کی فرمانبرداری اور بنی نوع انسان کو امن پہنچانا۔ پس اسلام کے یہ دونوں پہلو ہیں جن پہلوؤں کی طرف اس اسلام کا ذکر ہے۔ یعنی پہلے اس دین کے کمال کا جو ذکر ملا ہے اس کی تکرار نہیں ہے بے وجہ بلکہ ایک اور بات بیان کی جا رہی ہے۔ آج ہم نے تمہارے دین میں جو دو پہلو ہیں بنی نوع انسان کے لئے کامل امن کا پیغام اور خدا کے حضور اپنی جان و مال کی کامل سپردگی ان دو باتوں کے بارے میں ہم اب راضی ہو گئے ہیں۔ اگر تم ان دو باتوں پر عمل کرو تو ہماری رضا حاصل کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ پس جو کوئی بھوک سے مجبور ہو جائے یہاں بظاہر تو بہترین باتیں بیان ہو گئی ہیں اب بھوک کا کیا ذکر رہ گیا باقی۔ دراصل اس سے کچھ پہلے تعلیمات میں سے کھانے کے متعلق بہت احتیاطوں کی تعلیمات دی جا چکی تھیں اور ان تعلیمات کے متعلق یہ ایک قسم کا دغدغہ سادل کو لگ سکتا تھا کہ ہم اس میں کوئی کوتاہی نہ کر لیں تو اس کے متعلق مومنوں کو یہ مستقل اطمینان دلا دیا کہ اگر تم واقعۃً مجبور ہو چکے ہو اور مجبوری کی خاطر جان بچانا مقصود ہو تو جان کی بہت اہمیت ہے اور خاص طور پر ان مومنوں کی جانوں کی تو جنہوں نے تمام دنیا کو امن دینا ہے ان کی تو بہت ہی اہمیت ہے۔ پس جانوں کو بچانے کے لئے صرف اتنا کھاؤ، جس کو حرام قرار دیا گیا ہے، جس کے کھانے سے تمہاری زندگی بچ سکتی ہو اور کھانے کے دوران بھی یا اس سے پہلے بھی اس میں رغبت کوئی نہ ہو کوئی دل کی پسندیدگی کا نہ پہلے اثر ہو نہ بعد میں اثر ہو۔

یہ تعلیم ہے جس کے بعد فرمایا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ پس جان لو کہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے اس لئے اس کامل تعلیم کے بعد تمہارے لئے کسی وسوسے کی ضرورت باقی نہیں رہی۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی چند احادیث میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن میں اسی مضمون کا بیان ہوا ہے۔ ایک تو بخاری کتاب الایمان سے لی گئی ہے، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ یہود میں سے ایک شخص نے کہا اے امیر المومنین ۔ وہ امیر المومنین کہہ کے مخاطب کیا کرتے تھے کہ مومنوں کے امیر، ہمارے امیر نہیں۔ اے امیر المومنین آپ کی کتاب میں ایک آیت ہے جسے آپ لوگ پڑھتے ہیں اگر وہ ہم یہود پر نازل ہوئی ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا دیتے اور ہمیشہ منایا کرتے۔ بہت کامل آیت ہے، حیرت انگیز آیت ہے۔ آپؓ نے پوچھا کونسی آیت؟ اس نے کہا اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ ۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا ہمیں وہ دن اور وہ جگہ یاد ہے جس میں یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر اتری تھی جبکہ جمعہ کا دن تھا۔

اب جمعہ کو بھی رسول اللہ ﷺ نے عید بتایا ہے اور یہ عید تو سال میں ایک دفعہ نہیں ہر ہفتہ منائی جاتی ہے اور ہر ہفتہ ہمیں یاد دلایا جاتا ہے کہ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ کا کیا مطلب ہے اور اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلاَمَ دِيْنًا کا مطلب کیا ہے۔ اور ساتھ ہی فرمایا آپ عرفات میں کھڑے تھے گویا دوسری عید بھی ساتھ ہی تھی۔ تو بہت ہی پیارا جواب ہے جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے اسوہ نے ممکن بنا دیا کہ اس جواب سے اس کو ساکت کیا جاسکے۔

ایک روایت صحیح مسلم کتاب الایمان سے لی گئی ہے۔ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ پر بطور رب کے راضی ہوا اور اسلام پر بطور دین کے اور محمدؐ پر بطور نبی کے۔ یہی تین باتیں ہیں جن کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے اور ان کی وضاحت فرمائی گئی ہے۔ اللہ پر بطور ربّ کے راضی ہوا۔ اللہ سے اگر کوئی شخص راضی ہوتا ہے تو کامل ربّ کے طور پر اور کامل ربوبیت میں اس کی روحانی اور دینی ربوبیت بھی شامل ہے تو مادی لحاظ سے بھی وہ ربوبیت کرنے والا ہے اور روحانی لحاظ سے بھی اس نے ایسی ربوبیت کی کہ اس سے پہلے اس کی کوئی نظیر دکھائی نہیں دیتی تھی۔ تو اگر پہلی ربوبیت کو دیکھو تو اللہ پر راضی ہونے سے مراد یہ ہے کہ غیر اللہ کی طرف لالچ کی نظر سے نہیں دیکھنا۔ غیر اللہ اگر اپنی ربوبیت کے ذرائع تم سے کھینچ بھی لیں تب بھی قائم رہنا۔

چنانچہ اسی مضمون کو تقویت دینے کے لئے فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے پھر اس پہ استقامت اختیار کر لی تو یہاں رب سے راضی ہونے کا ایک معنی ہے مادی ربوبیت۔ اگر کامل ربوبیت خدا کی طرف منسوب کرتے ہوئے یعنی مادی لحاظ سے تو پھر ایک دفعہ کہہ کر کہ اللہ ہمارا ربّ ہے پھر اس پر قائم رہنا پھر جھوٹے ربّ تمہیں اپنی طرف بلائیں گے، وہ تمہیں لالچ بھی دیں گے اور خوف بھی دلائیں گے لالچ اپنے مال کی اور خوف اس بات کی کہ اگر ہم تم سے ہاتھ روک لیں تمہیں Aid دینا بند کر دیں تو بھوکے مر جاؤ گے۔ فرمایا ہر گز نہیں، خدا تمہارا متولی ہے وہ تمہارا نگہبان ہے، وہ تمہارا نگران اور کفیل ہے اس لئے ہر گز غیر اللہ کو اپنا ربّ نہیں بنانا۔

دوسری بات دینی پہلو ہے جب خدا تعالیٰ نے دین کی تربیت کے لئے ربوبیت کا اس شان سے اظہار کیا ہے کہ کبھی کسی پہلی قوم کو ایسی ربوبیت نہیں ملی تو پھر تعلیمات کے کچھ حصوں کے لئے غیر مذاہب کی طرف نظر ڈالنا انتہائی حماقت ہے۔ اس سے بڑی بے وقوفی نہیں ہو سکتی کہ ایک کامل تعلیم کو چھوڑ کر چھوٹی چھوٹی چیزوں کے لئے غیروں کی طرف نظر کی جائے۔ کبھی اِس کی نقل کر لی کبھی اُس کی نقل کر لی۔ تو یہ آیت مومنوں کی پوری طرح حفاظت کرتی ہے، ہر قسم کی نقالی سے ان کو بچاتی ہے، ہر قسم کے غیر اللہ کے اثر سے ان کو محفوظ رکھتی ہے۔ پس فرمایا اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا۔

دیکھو رسول اللہ ﷺ کتنی چھوٹی سی بات میں کتنے وسیع مضامین بیان فرما دیا کرتے ہیں۔ اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ پر بطور ربّ کے راضی ہوا اور اسلام پر بطور دین کے، یہ وہ تشریح ہے اسلام کی جو میں پہلے کر چکا ہوں کہ ہر پہلو سے اسلام کی ظاہری تعلیم اور باطنی تعلیم پر بھی راضی ہوا اور اسلام کے لفظ میں جو معانی ہیں سلامتی کے، خدا تعالیٰ کے حضور اپنے آپ کو کلیۃً سپرد کر دیا اور بنی نوع انسان کو کلیۃً امن کا پیغام دیا اور ان کو امن کا پیغام دینے کے ساتھ ایسے طریقے اختیار کئے کہ ان کو واقعۃً مومنوں سے امن رہے اور یہ امن دوسروں کو بھی پہنچے۔ اس نے بھی ایمان کا مزہ چکھ لیا جس کو یہ نصیب ہو گیا۔

تیسری اور آخری بات 'اور محمدؐ پر بطور نبی کے راضی ہو گیا'۔ یعنی حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی نبوت کا جو فیض ہے اس فیض سے کلیۃً راضی ہو گیا کسی اور کے فیض کی ضرورت ہی باقی نہیں رہی جو بھی فیض ہے وہ محمد مصطفیٰ ہی کا فیض ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں "سب ہم نے اس سے پایا شاہد ہے تو خدایا"۔ جو کچھ ہم نے حاصل کیا سو فیصد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے حاصل کیا اور تجھ سے بڑھ کر اور کوئی گواہ نہیں یعنی کبھی غیر کی طرف نظر نہیں اٹھائی۔

ایک اور حدیث ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے۔ ترمذی کتاب الزھد سے لی گئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے اسلام کا ایک حسن یہ بھی ہے کہ انسان لایعنی، یعنی بے کار اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔

اب اسلام کی جو تفصیلی تشریح ہے کچھ تو میں نے بنیادی کر دی ہے یہ اور تفصیلی تشریح ہے۔ اسلام کا ایک حسن یہ بھی ہے کہ انسان لایعنی، یعنی بے کار اور فضول باتوں کو چھوڑ دے۔ اگر اسلام پر راضی ہے تو پھر فضول باتوں میں اس کا دل لگ ہی نہیں سکتا کیونکہ اسلام میں کوئی فضول بات نہیں ہے اس لئے اگر اس کو مزہ بھی آئے گا تو اچھی باتوں میں آئے گا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اس پہلو کی طرف مزید متوجہ کر دیا کہ اسلام پر راضی ہونا بہت تقاضے کرتا ہے۔ ابھی بہت سا سفر باقی ہے یہ سفر اختیار کرو گے تو پھر تمہیں رفتہ رفتہ سمجھ آئے گی کہ اسلام پر راضی ہونا ہوتا کیا ہے۔ پھر تمہیں ہر فضول چیز سے طبعاً عدم دلچسپی ہو جائے گی اور ہر اچھی بات تمہیں اچھی لگے گی۔ یہ اسلام کا وہ حسن ہے جس کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اقتباسات میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جن میں یہی مضمون مختلف صورتوں میں بیان فرمایا گیا ہے۔ فرماتے ہیں "یہ وہی زمانہ ہے جو اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ کی شان کو بلند کرنے والا اور تکمیل اشاعت ہدایت کی صورت میں دوبارہ اتمام نعمت کا زمانہ ہے"۔ یہ مقصد ہے جس کی خاطر میں نے آج اس آیت کی تلاوت کی تھی اور آپ کو سمجھانا تھا کہ **چودہ سو سال پہلے جب دین کامل ہوا تھا، چودہ سو سال پہلے جو نعمت تمام ہوئی تھی درمیان میں انقطاع کے بعد اب اس دین کے کمال کو دنیا کے کناروں تو پہنچانا ہمارے سپرد کیا گیا ہے۔ ہم عاجز غلامانِ محمد مصطفیٰؐ کے سپرد کیا گیا ہے**۔ اور اتمام نعمت کو تمام بنی نوع انسان تک پہنچانا بہت بڑا کام ہے پہلے یہ نعمت ہم پر تمام ہو ان معنوں میں کہ اس کے تمام فیض سے ہم استفادہ کرنے والے ہوں اور پھر اس کو آگے بنی نوع انسان تک پہنچائیں۔ کتنا زبردست کام ہے جس کے لئے ہم عاجز بندوں کو چنا گیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی بات پر نظر رکھتے ہوئے فرماتے ہیں "تکمیل اشاعت ہدایت کی صورت میں دوبارہ اتمام نعمت کا زمانہ ہے اور پھر یہ وہی وقت اور جمعہ ہے"۔ اب یہ آیت کا نزول یاد رکھیں جمعہ کے دن ہی ہوا تھا اور عرفات کے میدان میں ہوا تھا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان باتوں کو جوڑتے جا رہے ہیں یعنی اگرچہ اس حدیث کا حوالہ نہیں دے رہے مگر ظاہر ہے کہ اس حدیث کا مضمون پیش نظر ہے۔ فرماتے ہیں "پھر یہ وہی وقت اور جمعہ ہے جس میں آخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ کی پیشگوئی پوری ہوتی ہے"۔ آخرین کو پہلوں سے ملایا جائے گا۔ اولین کے لئے جو آیت نازل ہوئی تھی اب دوبارہ اس کا سلسلہ ان آخرین کے ذریعہ سے شروع ہو رہا ہے اور اگر ہم اس حق کو ادا کرنے والے ہوں تو اولین سے مل سکتے ہیں۔ نعمت بھی ایسی کہ حد سے زیادہ، تصور میں نہیں آسکتا کہ اتنا زمانے کا فاصلہ ہو، قومی فاصلہ ہو، وقت گزرے ہوں، اور اس وقت ایک عاجز اور غریب قوم کو اس بات کے لئے چن لیا جائے جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے غلاموں میں شمار کی جائے اور آپ کے صحابہ میں شمار کی جائے۔ یہ وہ نعمت ہے جس کا ذکر مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرما رہے ہیں۔

"اس وقت رسول اللہ ﷺ کا ظہور بروزی رنگ میں ہوا ہے اور ایک جماعت صحابہ کی پھر قائم ہوئی ہے اتمام نعمت کا وقت آپہنچا ہے"۔ یہ ہے اتمام نعمت "لیکن تھوڑے ہیں جو اس سے آگاہ ہیں اور بہت ہیں جو ہنسی کرتے اور ٹھٹھوں میں اڑاتے ہیں مگر وہ وقت قریب ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق تجلی فرمائے گا اور اپنے زور آور حملوں سے دکھا دے گا کہ اس کا نذیر سچا ہے"۔

پھر اس کے بعد جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "میں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک تقریب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں کے لئے پیدا کر دی ہے۔ مبارک وہی ہیں جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تم لوگ جنہوں نے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اس بات پر ہر گز ہر گز مغرور نہ ہو جاؤ کہ جو تم نے پانا تھا پا لیا۔ یہ سچ ہے کہ تم ان منکروں کی نسبت قریب تر بہ سعادت ہو جنہوں نے اپنے شدید انکار اور توہین سے خدا کو ناراض کیا ہے"۔ قریب پہنچ گئے ہو سعادت حاصل کرنے کے "اور یہ بھی سچ ہے کہ تم نے حسن ظن سے کام لے کر خدا تعالیٰ کے غضب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کی"۔ یعنی مجھے سچا سمجھا حسن ظن کی بناء پر لیکن سچی بات یہی ہے کہ تم اس چشمے کے قریب آپہنچے ہو جو اس وقت خدا تعالیٰ نے ابدی زندگی کے لئے پیدا کیا ہے ہاں پانی پینا ابھی باقی ہے"۔

یہ ساری جدوجہد اور کوشش جس کے نتیجے میں دوسری قوموں سے نکل نکل کر لوگ احمدیت میں داخل ہوتے ہیں کتنی بڑی مصیبتوں اور مشکلات کو عبور کر کے آتے ہیں گویا آگ کی دیواروں میں سے گزرنا پڑتا ہے یہ سب ایک کوشش کے آغاز کی خاطر ہے اور وہ کوشش اس چشمے سے پانی پینا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ اس ساری جدوجہد اور سب قربانی کا کچھ بھی ماحصل نہیں ہو گا اگر آگوں سے گزر کے آؤ اور پھر پانی کے پاس پہنچ کر پانی پہ منہ نہ مارو۔ فرمایا "ہاں پانی پینا ابھی باقی ہے پس خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے توفیق چاہو کہ وہ تمہیں سیراب کرے"۔ یہ پانی پینے کی توفیق بھی اللہ ہی سے ملتی ہے۔

"پس خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے توفیق چاہو کہ وہ تمہیں سیراب کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کے بدوں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو اس چشمے سے پیئے گا وہ ہلاک نہ ہو گا کیونکہ یہ پانی زندگی بخشتا ہے اور ہلاکت سے بچاتا ہے اور شیطان کے حملوں سے محفوظ کرتا ہے۔ اس چشمے سے سیراب ہونے کا کیا طریق ہے۔ یہی کہ خدا تعالیٰ نے جو دو حق تم پر قائم کئے ہیں ان کو بحال کرو اور پورے طور پر ادا کرو۔ ان میں سے ایک خدا کا حق ہے دوسرا مخلوق کا"۔ (ملفوظات جلد ۲ طبع جدید صفحہ ۱۳۵)۔ یہ سارا دین کا خلاصہ ہے۔ جو لوگ خدا کا حق ادا کرنا شروع کر دیں گے گویا اس پانی کو چکھنا شروع کر دیں گے شرط یہ ہے کہ مخلوق کا حق بھی ادا کر رہے ہوں تو یہ پانی ان کو سیراب کرنا شروع کر دے گا اور پھر آخر وہ بچائے جائیں گے اور اللہ کے فضل کے ساتھ اس کے قرب کے اعلیٰ مقام عطا کئے جائیں گے۔

فرماتے ہیں "دنیا کی حالت ایسی ہو رہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے غضب کو کھینچ لائی ہے۔ تم بہت اچھے وقت آگئے ہو"۔ کیسا پیارا کلام ہے اے میرے ماننے والو بہت اچھے وقت آگئے ہو ورنہ چاروں طرف درندے، بھیڑیئے لوگوں کو اچک رہے ہیں، برباد کر رہے ہیں، جھوٹے خدا اپنی طرف بلا رہے ہیں جھوٹے ربّ اپنی

طرف بلا رہے ہیں اور سوائے غیظ و غضب کے ان کو کچھ نصیب نہیں ہوتا کیوں کہ جب جاتے ہیں تو وہاں بھی امن نہیں ملتا اور خدا کے غضب کے نیچے آجاتے ہیں۔ فرمایا دنیا کی حالت ایسی ہو رہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے غضب کو کھینچ لائی ہے۔ تم بہت اچھے وقت آگئے ہو۔ بہت ہی پیارا چھوٹا سا فقرہ ہے جس سے روح وجد میں آجاتی ہے۔

"اب بہتر اور مناسب یہی ہے کہ تم اپنے آپ کو بدلا لو"۔ اچھے وقت آپہنچے ہو، بچ گئے ہو اب بدلاؤ بھی اپنے آپ کو۔ "اپنے اعمال میں اگر کوئی انحراف دیکھو تو اسے دور کرو۔ تم ایسے ہو جاؤ کہ نہ مخلوق کا حق تم پر باقی رہے نہ خدا کا۔ یاد رکھو جو مخلوق کا حق دباتا ہے اس کی دعا قبول نہیں ہوتی"۔ اب کتنے ہی ایسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہونے والے ہیں جو دوسروں کا حق دباتے ہیں۔ آج بھی ایسے ہیں۔ ایک مسلسل جدوجہد ہے جو جماعت کو ان کے خلاف کرنی پڑتی ہے۔ ان کو سمجھانے کی ہر طرح سے کوشش کی جاتی ہے پھر اگر وہ مان جائیں تو بچ جاتے ہیں، نہیں مانتے تو پھر اللہ تعالیٰ ان کو باہر پھینک دیتا ہے۔ پس یہ بہت ہی خطرناک بات ہے کہ خدا کا حق تو اپنی طرف سے ادا کر رہے ہو، نمازیں پڑھ رہے ہو، روزے رکھ رہے ہو، ہر قسم کی تعلیمات پر عمل کر رہے ہو لیکن لوگوں کا حق دبا رہے ہو، اپنے بھائی بہنوں کے حق دبا رہے ہو۔ فرمایا اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کرو۔

"اس سلسلے میں داخل ہو کر تمہارا وجود الگ ہو اور تم بالکل ایک نئی زندگی بسر کرنے والے انسان بن جائو جو کچھ تم پہلے تھے وہ نہ رھو۔ یہ مت سمجھو کہ تم خدا تعالیٰ کی راہ میں تبدیلی کرنے سے محتاج ہو جاؤ گے۔ نہیں، خدا کا دامن پکڑنے والا ہرگز محتاج نہیں ہوتا۔ اس پر کبھی برے دن نہیں آسکتے۔ **خدا جس کا دوست اور مددگار ہو اگرتمام دنیا اس کی دشمن ھوجاوے تو کچھ پروا ہ نہیں۔ مومن اگر مشکلات میں بھی پڑے تو ھرگز تکلیف میں نہیں ھوتا بلکه وہ دن اس کے لئے بھشت کے دن ھوتے ھیں خدا کے فرشتے ماں کی طرح اسے گود میں لے لیتے ھیں"۔**

یہ بھی ایمان کی ایک پہچان ہے۔ اس راہ میں تکلیفیں تو بہت پہنچتی ہیں اور پہنچائی جاتی ہیں اور باہر کی نظر سے دیکھنے والا سمجھتا ہے یہ تو آگ میں پڑ گیا مگر حضرت ابراہیم کے متعلق جو فرمایا کہ انہیں آگ میں ڈال دیا گیا جو بھی اس کے معنے تھے ابراہیم نے تو اس کو گلزار ہی دیکھا تھا۔ پس مومن سچا وہی ہوتا ہے جب خدا کی خاطر کسی مشکل میں ڈالا جاتا ہے تو اسی کو اپنی جنت سمجھتا ہے اور اس سے لطف اٹھا رہا ہوتا ہے اور حیران ہو رہے ہوتے ہیں دیکھنے والے کہ اسے ہو کیا گیا ہے یہ تو شدید مشکلات میں جھونکا گیا ہے اور بڑے امن کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا وجود ناممکن تھا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم اس دنیا میں اس طرح مشکلات برداشت کرتے ہوئے نہ دیکھتے کہ مسکراتے رہے اور ہمیشہ خدا کی رضا پر راضی رہے ہیں اور یہ اعلان کر رہے ہوں کہ ہمارا خدا ہماری بہشت ہے اللہ کو ہم نے پالیا ہے اور وہی ہمارا بہشت بن گیا ہے۔

فرماتے ہیں "مومن اگر مشکلات میں بھی پڑے تو وہ ہرگز تکلیف میں نہیں ہوتا بلکہ وہ دن اس کے لئے بہشت کے دن ہوتے ہیں خدا کے فرشتے ماں کی طرح اسے گود میں لے لیتے ہیں مختصر یہ کہ خدا خود ان کا محافظ اور ناصر ہوتا ہے یہ خدا جو ایسا خدا ہے کہ وہ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر ہے"۔ (ملفوظات جلد ۲ طبع جدید صفحہ ۱۹۵)۔ ہر چیز پر قادر ہے ان کے سارے بگڑے کام بنا دیتا ہے۔

پھر فرماتے ہیں "ابھی تک بہت سے آدمی جماعت میں ایسے ہیں کہ تھوڑی سی بات بھی خلاف نفس سن لیتے ہیں تو ان کو جوش آجاتا ہے"۔ یہ تو عام مشاہدہ ہے۔ "حالانکہ ایسے تمام جوشوں کو فرو کرنا بہت ضروری ہے تاکہ حلم اور بردباری طبیعت میں پیدا ہو۔ دیکھا جاتا ہے کہ جب ایک ادنیٰ سی بات پر بحث شروع ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کی فکر میں ہوتا ہے کہ کسی طرح میں فاتح ہو جاؤں"۔

اب یہ جو حجت بازیاں ہیں یہ ہماری مجالس میں اب تک چلتی ہیں اور اس کے گہرے نقصان سے انسان باخبر نہیں ہوتا۔ اپنی بات پہنچانا اور ابلاغ کا حق ادا کرنا، سمجھا دینا کہ یہ بات درست ہے اتنا کافی ہے۔ پھر اگر کوئی نہ مانے تو اس کو چھوڑ دو۔ پھر وہ اپنے سیاہ و سفید کا خود مالک ہے۔ لیکن اگر حجت بازی کر کے اپنی بات کو غالب کرنے کی کوشش کرو یا دکھاؤ کہ گویا تمہیں فتح ہوئی ہے تو اس میں بات کا حق دب جائے گا تمہاری نفسانیت ابھر آئے گی اور یوں لگے گا کہ جیسے تم اپنی فتح کی خاطر یہ سب جھگڑا کر رہے ہو۔ ساری محنت اکارت جائے گی۔ عام طور پر مردوں کی مجلسوں میں بھی یہ چلتا ہے اور عورتوں کی مجلس میں تو خصوصیت سے یہ بات ہے کہ جو بات کوئی کہے پھر وہ منوا کے چھوڑتی ہے۔ اگر نہیں مانتا کوئی تو بولتی چلی جاتی ہے۔ حالانکہ بات پہنچا دی، ختم ہوئی۔ کوئی نہیں مانتا تو نہ مانے تمہاری بلا سے۔ اگر سچی بات پہنچانی ضروری ہے بات ٹھیک ہو اس کے بعد چھوڑ دو اس کو۔

چنانچہ فرماتے ہیں "ایک ادنیٰ سی بات پر بحث شروع ہے تو ایک دوسرے کو مغلوب کرنے کی فکر میں ہوتا ہے کہ کسی طرح میں فاتح ہو جاؤں ایسے موقع پر جوشِ نفس سے بچنا چاہئے اور رفعِ فساد کے لئے ادنیٰ ادنیٰ باتوں میں دیدہ دانستہ خود ذلت اختیار کر لینی چاہئے"۔ ہار جاؤ کوئی حرج نہیں، چھوڑ دو اس قصے کو۔ "اس امر کی کوشش ہرگز نہ کرنی چاہئے کہ مقابلہ میں اپنے دوسرے بھائی کو ذلیل کیا جاوے"۔ (البدر جلد ۳ نمبر ۹ صفحہ ۳،۴۔ یکم مارچ ۱۹۰۴ء)۔ کیونکہ ان بحثوں کا آخری مقصد یہی ہوتا ہے کہ دوسرے کو ذلیل اور چھوٹا کر کے دکھایا جائے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے۔ "یہ خدا ہی کے سلسلے میں برکت ہے کہ وہ دشمنوں کے درمیان پرورش پاتا اور بڑھتا ہے"۔ اب جو لوگ دیکھ رہے ہیں کہ اتنی مخالفت جماعت کی ہر جگہ ہو گئی ہے، جس ملک میں بھی ترقی مل رہی ہے وہاں مخالفت ہو رہی ہے۔ وہ مخالفت دراصل جماعت کو بڑھانے کی خاطر ہو رہی ہے۔ **اگر مخالفت نہ ھو تو جماعت ترقی کر ھی نہیں سکتی کیونکه اس کی صداقت کا سب سے بڑا نشا ن یہ ھے که مخالفت کے بلوجود بڑھتی ھے**۔ اور بہت سے صحابہ نے یہ بیان کیا ہے کہ ہم نے تو اس کے سوا جماعت کی صداقت کا کوئی نشان نہیں دیکھا تھا اور یہی ایک نشان ہمارے دل کو مطمئن کر گیا کہ شدید مخالفت کے باوجود یہ لوگ حق سے باز نہیں آئے، حق بات کہنے سے باز نہیں آئے اور بظاہر اپنی ذلت کو قبول کر لیا لیکن وقار نہیں چھوڑا، حلم نہیں چھوڑا، بردباری کو اختیار کیا۔ یہ واقعات ایسے ہیں جن کو دیکھ کر بہت سے لوگوں کے دل پر سچائی کا گہرا اثر پڑا اور یقین کر لیا کہ جب تک یہ جماعت سچی نہ ہو یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ایسے لوگ پیدا ہوں۔

چنانچہ ایک گاؤں کے متعلق ذکر ملتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ان کا ایک غیروں سے مناظرہ طے ہو گیا اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مناظروں کے خلاف حکم دے چکے تھے۔ مناظرہ طے ہونے کے بعد ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو مناظرے بند کر دئے ہیں۔ اب انہوں نے مناسب یہی سمجھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جا کر مطلع کریں کہ حضور ہمیں علم نہیں تھا کہ مناظرے بند ہو جانے ہیں پہلے سے ہم نے مخالفوں سے مناظرہ طے کیا ہوا ہے اور بڑے بڑے شوخ مولوی ہیں جو اکٹھے ہوئے ہوئے ہیں اس لئے اگر حضور ہمیں اجازت دیں تو ہم حاضر ہیں اور ہم دندان شکن جواب دیں گے۔ سارا گاؤں دیکھ لے گا کہ وہ جھوٹے ثابت ہونگے اور ہم سچے ثابت ہونگے۔ اس لئے حضور ہم پر اعتماد کرتے ہوئے ہمیں اجازت دے دیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اجازت نہیں، کوئی مناظرہ نہیں ہو گا۔

اب وہاں سارے انتظار کر رہے تھے بیٹھے ہوئے، اردگرد کے علاقے کے لوگ اکٹھے ہوئے، بڑے بڑے مولوی آئے ہوئے اور دیکھ رہے ہیں کہ قادیان سے کیا جواب آتا ہے۔ جب یہ جواب پہنچا کہ اجازت نہیں ہے تو غیر تو بغلیں بجانے لگے، سارے گاؤں میں شور پڑ گیا کہ مرزائی بھاگ گئے، مرزائیوں کو شکست ہو گئی اور یہ کھلی کھلی فتح ہے جو ہمیں ان کے اوپر نصیب ہوئی ہے۔ احمدیوں کے وقار میں کوئی فرق نہیں آیا صرف دعا کرتے رہے استغفار کرتے رہے اور امام وقت کی اطاعت سے سر مُو فرق نہیں کیا۔ یہ واقعہ جس گاؤں میں گزرا توقع یہ تھی کہ اس گاؤں کے لوگ احمدیت سے کلیۃً دور ہٹ جائیں گے لیکن اگلے جمعہ ہی ایک بڑی تعداد وہاں کے لوگوں کی بیعت کے لئے قادیان پہنچ گئی، بیعت کے لئے درخواست کی۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا بات ہے تو انہوں نے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ کے غلاموں کا استقامت دکھانا، آپ کے غلاموں کا حلم، ان کی بردباری، ان کا وقار سچوں کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہو سکتا۔ اس کے سوا ہمارے لئے اور کوئی صداقت کی دلیل نہیں اور یہ آخری اور پختہ دلیل ہے۔ انشاء اللہ آپ ہمیں بھی صاحبِ استقامت پائیں گے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ واقعہ سن کر ان کی بیعت قبول فرمالی۔

اب دیکھو یہی وہ بات ہے جو مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ مخالفتیں تمہیں نابود کرنے کے لئے اٹھتی ہیں مگر تم جب استقامت دکھاتے ہو تو تمہاری سچائی کی سب سے بڑی دلیل بن جاتی ہیں۔ پھر فرماتے ہیں "میں سچ سچ کہتا ہوں یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے۔ اگر انسانی ہاتھوں اور انسانی منصوبوں کا نتیجہ ہوتا تو انسانی تدابیر اور انسانی مقابلے اب تک اس کو نیست و نابود کر چکے ہوتے۔ انسانی منصوبوں کے سامنے اس کا بڑھنا اور ترقی کرنا ہی اس کے خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت ہے۔ پس جس قدر تم اپنی قوتِ یقین کو بڑھاؤ گے اسی قدر دل روشن ہو گا"۔ اور اس کے بعد سادہ لفظوں میں چھوٹی چھوٹی نصیحتیں ہیں جن پر ہمیں سختی سے کاربند ہونا چاہئے۔

"قرآن شریف کو پڑھو اور خدا سے کبھی ناامید نہ ہو کیونکہ کفار ناامید ہوا کرتے ہیں"۔ جب تم ناامید ہو گے تو کفار جیسے ہو جاؤ گے۔ "مومن خدا سے کبھی مایوس نہیں ہوتا جیسا کہ حضرت ذکریاؑ کی دعا ہے وَلَمْ اَكُنْ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِیًّا"۔ اے خدا میں بوڑھا ہو گیا، میرے بال سفید ہو گئے، میری ہڈیاں گل گئیں مگر آج تک میں تجھے پکارتے ہوئے کبھی مایوس نہیں ہوا، ایسا بدبخت نہیں ہوں کہ تجھے پکارتے ہوئے مایوس ہو جاؤں۔ پس یہی بات ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔ "وہ کافر ہیں جو خدا تعالیٰ سے مایوس

ہو جاتے ہیں، ہمارا خدا عَلٰی کُلِّ شَیءٍ قَدِیر خدا ہے۔ قرآن شریف کا ترجمہ بھی پڑھو اور نمازوں کو سنوار سنوار کر پڑھو اور اس کا مطلب بھی سمجھو۔ اپنی زبان میں بھی دعائیں کرو، قرآن شریف کو ایک معمولی کتاب سمجھ کر نہ پڑھو بلکہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھ کر پڑھو"۔ اس میں ہر چیز شامل ہے۔

"نماز کو اسی طرح پڑھو جس طرح رسول اللہ ﷺ پڑھا کرتے تھے البتہ اپنی حاجتوں اور مطالب کو مسنون اذکار کے بعد اپنی زبان میں بیشک ادا کرو"۔ نماز کے اندر ہی اپنی ہر قسم کی حاجتیں اللہ کے حضور پیش کرنا جائز ہے، اپنی زبان میں ہاں پہلے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے الفاظ ہیں، مسنون الفاظ، ان میں ساری نماز پڑھو اور اس کے بعد، مسنون الفاظ کے بعد حسب موقع اپنی دعاؤں کے لئے بھی ٹھہر جایا کرو اور اپنی زبان میں بھی دعاؤں کو کیا کرو۔ "البتہ اپنی حاجتوں اور مطالب کو مسنون اذکار کے بعد"۔ یہ مطلب ہے مسنون اذکار کا۔ "اپنی زبان میں بے شک ادا کرو اور خدا تعالیٰ سے مانگو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس سے نماز ہرگز ضائع نہیں ہوتی"۔ (ملفوظات جلد ۲ طبع جدید صفحہ ۱۹۱)

پھر فرماتے ہیں "دیکھو وہ جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جو ایک دوسرے کو کھائے"۔ جب ایک دوسرے کو کھانے لگے ہیں ایک دوسرے کے مال پر گندی نظریں ڈالتے ہیں اور غصب کرتے ہیں ایک دوسرے کا مال تو جماعت کیسے ہو سکتی ہے۔ "اور جب چار مل کر بیٹھیں تو ایک غریب بھائی کا گلہ کریں"۔ جو غریب ہو بے چارہ اس کا گلہ کریں۔ "اور نکتہ چینیاں کرتے رہیں کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں اور ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں ایسا ہرگز نہیں چاہئے بلکہ اجماع میں چاہئے کہ قوت آجائے اور وحدت پیدا ہو جائے جس سے محبت آتی ہے اور برکات پیدا ہوتے ہیں"۔ (ملفوظات جلد ۲ طبع جدید صفحہ ۲۶۴)

پھر فرمایا "اور یہ آخری نصیحت اس خطبے کے لئے میں نے اخذ کی ہے۔ فرماتے ہیں "اخلاقی حالت ایسی درست ہو کہ کسی کو نیک نیتی سے سمجھانا اور غلطی سے آگاہ کرنا ایسے وقت پر ہو کہ اسے برا معلوم نہ ہو"۔ بھری مجلس میں ٹوکتے رہنے کی عادت عام ہے اور مشکل ہے اس سے نجات حاصل کرنا لیکن اگر بھری مجلس میں ٹوکنا ہو تو اس شخص کو ذلیل کرنے کی خاطر نہیں بلکہ بعض دوسروں کو سمجھانے کی خاطر ایسا کرنا بھی پڑتا ہے اور نیتوں کا حال اللہ جانتا ہے۔ پس اگر دوسروں کو سمجھانے کی خاطر نرم الفاظ میں کسی کو اس کی غلطی سے آگاہ کیا جائے جو عوام کے سامنے کی جارہی ہو اسلئے ضروری ہوتا ہے کہ ان کو پتہ چل جائے کہ یہ طرز عمل درست نہیں ہے لیکن کہنے والا دو طریق اختیار کر سکتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اپنی بڑائی دکھانے کے لئے، اس کو کم علم دکھانے کے لئے، اس کو گھٹیا دکھانے کے لئے بات کر سکتا ہے مگر ایک مجبوراً کرتا ہے تمام لوگوں کی بھلائی کی خاطر ایسا کرتا ہے اور دل میں شرمندہ ہوتا ہے کہ اس بے چارے کو مجھے شرمندہ کرنا پڑ رہا ہے۔

یہ اللہ کو علم ہے کہ ہر دل کا کیا حال ہے مگر جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ہے اس کو یہ بات اختیار کرنی چاہئے۔ "ایسے وقت پر ہو کہ اسے برا معلوم نہ ہو"۔ اب دیکھیں یہاں یہ نہیں فرمایا کہ علیحدگی میں ہو۔ فرمایا "ایسے وقت پر ہو کہ اسے برا معلوم نہ ہو"۔ پس حسب موقع عوام کے سامنے بھی بات کی جاسکتی ہے مگر طرز ایسی ہو، وقت ایسا اختیار کیا جائے کہ وہ سمجھ جائے کہ مجبوری ہے۔ "کسی کو استخفاف کی نظر سے نہ دیکھو"۔ کسی کو گھٹیا اور کمزور نہ دیکھا کریں۔ "دل شکنی نہ کی جائے۔ جماعت میں باہم جھگڑے فساد نہ ہوں، دینی غریب بھائیوں کو کبھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھو۔ مال و دولت یا بزرگی یا نسبی بزرگی پر بے جا فخر کر کے دوسروں کو ذلیل اور حقیر نہ سمجھو۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک مکرم وہی ہے جو متقی ہے۔ چنانچہ فرمایا ہے اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (ملفوظات جلد اول طبع جدید صفحہ ۱۳۵)۔ ہر بات کی تان تقویٰ ہی پر ٹوٹتی ہے۔ پس دل اگر تقویٰ سے خالی نہ ہوں تو پھر آپ نے سب کچھ پا لیا، پھر تقویٰ نصیب ہوا تو اللہ نصیب ہو گیا اور اللہ نصیب ہوا تو دین دنیا مل گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔